فکر و شعور

# امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا تعارف؛
# فکری و ملی اور قومی خدمات کے تناظر میں

فہد محمد عدیل۔ گوجرانوالہ

یورپ کی ترقی میں بنیادی کردار معاشی، سیاسی اور عمرانی نظامہائے فکر کا ہے۔ یورپین ممالک کے صنعتی انقلابات ہوں، جمہوری اداروں کا قیام یا سائنسی ایجادات کی بنیاد پر معاشروں اور سماج کی تشکیل ہو، ان کے پیچھے وہاں کے فلسفوں اور افکار کی مستقل تاریخ ہے۔ صف اوّل کے فلاسفرز کی بات کی جائے تو ترقی یافتہ یورپ کی بیخ و بن میں جیکوئس روسو (م 1778ء) کا نظریہ اجتماع، ایڈم سمتھ (م 1790ء) کا نظریہ سرمایہ داریت، ہیگل (م 1831ء) کا نظریہ جدلیت، کارل مارکس (م 1845ء) کا نظریہ اشتراکیت، فیورباخ (م 1872ء) کا نظریہ مادیت اور چارلس ڈارون (م 1882ء) کا نظریہ ارتقا جیسے فلسفے نظر آتے ہیں۔

آج جدید دنیا کی ترقی میں یورپین فلاسفرز کے نظریات تو پڑھے پڑھائے جاتے ہیں مگر اس پر غور نہیں کیا جاتا کہ کیا اس عہد میں کسی مسلم فلاسفر نے بھی کردار ادا کیا؟ دورِ حاضر کا ماضی سے بے خبر طبقہ، یورپ کی ترقیات سے اس قدر متأثر ہے کہ جدید افکار و نظریات میں جیسے مسلمانوں کا کوئی نام اور کردار ہی نہیں، جب کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایسی شخصیت ہیں، جنھوں نے ان تمام فلسفیوں سے پہلے دین اسلام کے معاشیات و عمرانیات، سیاسیات و سماجیات پر مشتمل افکار، یورپ کے ان مفکرین اور فلسفیوں سے پہلے متعارف کرائے اور وہ جامع، مدلل، مستند اور متذکرہ بالا فلسفوں سے زیادہ سماج کے لیے بہتر ہیں۔

ہمارے مذہبی طبقات اور مؤرخین نے ان نظریات کو سمجھنے اور پیش کرنے میں ذمہ دارانہ کردار ادا نہیں کیا۔ آپ کو رسمی مذہبی پیشوا کے طور پر متعارف کیا گیا، جس سے کالج و یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان اسلام کے حقیقی عمرانی، سیاسی اور معاشی نظریات سے کنارہ کش ہوگئے۔ مذہبی درس گاہوں کے طالب علم ان افکار سے نابلد رہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقے یورپ کے ذہنی غلام بن گئے۔

## تعارف

امام شاہ ولی اللہؒ کی پیدائش 21 رفروری 1703ء کو قصبہ پھلت (ضلع مظفرنگر، یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اس دور کی معروف علمی اور عملی شخصیت تھے۔ انھوں نے پرانی دہلی میں مدرسہ رحیمیہ قائم کیا تھا۔ امام شاہ ولی اللہؒ کی پیدائش کے 4 سال بعد ہندوستان کے عادل و انصاف پسند حکمران سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ 1707ء میں کم و بیش 49 سال حکومت کرنے کے بعد وفات پا جاتے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ہندوستان کی سلطنت سیاسی و معاشی بحران کا شکار ہوجاتی ہے۔ ہندوستانی حکمرانوں کی یکے بعد دیگرے تبدیلی اور اعلیٰ اصولوں سے انحراف، سیاسی عدم استحکام کا سبب بنتا ہے۔ صرف شاہ صاحب کی زندگی کے دوران ہی دس حکمرانوں کا مسنداقتدار پر رسہ کشی، 1739ء میں نادرشاہ ایرانی کا دہلی پر حملہ، جاٹوں اور مرہٹوں کی بغاوتوں کی وَجہ سے ہندوستان کی حکومت مکمل زوال کا سبب بن جاتی ہے۔

ان حالات میں امام شاہ ولی اللہؒ نے معاشیات کے چار دائرؤں پیدائش دولت، تقسیم دولت، تبادلۂ دولت اور صرف دولت کو متعارف کیا، جب کہ وہ اس سے پہلے حکمت اکتسابیہ، حکمت تعاونیہ، حکمت منزلیہ اور حکمت تعاملیہ کے تصورات کا تعارف پیش کر چکے تھے۔ آپ نے اشتراکیت کی فکر سے قبل سرمایہ اور محنت میں عادلانہ توازن اور عمرانی افکار کا تعارف کروایا۔ سیاسیات میں ادارہ جاتی تشکیل اور امام الحق کا تصور؛ یورپین تصورِ جمہوریت سے پہلے پیش فرمایا۔ یہی نہیں، بلکہ ڈارون کے تقسیم انسانیت کے نظریہ ارتقا کے

مقابلے میں ارتفاقاتِ اربعہ اور اخلاقِ اربعہ کی بنیاد پر سماج کی تشکیل واضح کی۔ نظریہ اصل مادہ اور بگ بینگ تھیوری (کائنات کا ہائیڈروجن کے دھماکے سے وجود میں آنے کا علمی نظریہ) جیسے دہریت کے نظریات سے پہلے کمالاتِ اربعہ اور روح الکل کے اعلیٰ نظریات پیش کیے۔ یورپین انقلابات سے سو سال پہلے نہ صرف ''فک کل نظام'' کا انقلابی نظریہ پیش کیا، بلکہ اس کے لیے ایک جماعت تشکیل فرمائی اور اس پُرفتن دور کے نظام سلطنت میں انقلابی تبدیلیاں تجویز فرمائیں۔ نہ صرف یہ بلکہ مرہٹوں کی شورش فرو کرنے کے لیے احمد شاہ ابدالی درانی (جو نادر شاہ کی فوج میں ابدالی دستہ کا کمانڈر اور افغانستان میں درانی سلطنت کا بانی تھا) کو ہندوستان کے حالات میں کردار ادا کرنے کی طرف توجہ دِلائی، جس کے نتیجے میں اس نے نومبر/ 1760ء کو پانی پت کے میدان میں اپنی افواج کے ذریعے مرہٹوں کو شکست دی۔

## ملی خدمات

شاہ صاحب کی ملی خدمات میں آپ کا نمایاں کارنامہ قرآنِ حکیم کا ہندوستان میں پہلا فارسی ترجمہ ''فتح الرحمٰن'' ہے۔ آپ نے قرآنِ حکیم میں علوم خمسہ کا تعین کیا۔ علم اسرار دین، علم حدیث اور علم فقہ کے ضابطے حجۃ اللّٰہ البالغہ میں مدون کیے۔ تصوف اور فلسفہ اخلاق پر سطعات، ہمعات، القول الجمیل، الطاف القدس جیسی تصانیف مرتب کیں۔ عہد خلافت راشدہ کی تاریخ میں ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اور فلسفہ میں البدور البازغہ اور خیر الکثیر مدون فرمائیں۔ معاشی نظریات پیش کرنے میں آپ وہ پہلے فلسفی ہیں جو اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط قائم کرتے ہیں۔ سوسائٹی کے اجتماعی اخلاق کی بلندی کو سماج کی اقتصادی حالت کی بہتری کے ساتھ جوڑتے ہیں۔

علم معاشیات کی تعریف میں فرماتے ہیں: ''وہ ایسا علم ہے، جس میں انسانی فطرت کے بنیادی اخلاق، دور کے تجرباتی علوم اور اجتماعی مفاد کے پیش نظر انسانی احتیاجات کے تعین اور تسکین کے لیے، وسائل معیشت (اور ان کی تقسیم) سے بحث کی جائے''۔

قرآنی اصول معاشیات کی روشنی میں حق معیشت میں مساوات، درجات معیشت میں تفاوت، احتکار و اکتناز کی ممانعت، سرمایہ اور محنت میں عادلانہ توازن جیسے اصولوں کو اُجاگر کیا۔

عمرانی اور سماجی حوالے سے شاہ صاحب نے ''ارتفاقاتِ اربعہ'' کا نظریہ پیش فرمایا۔ نوعِ انسانی کی تین خصوصیات i۔ اجتماعی مفاد کا لحاظ، ii۔ مادہ ایجاد و تقلید iii۔ خوب سے خوب تر کی تلاش بیان کرتے ہوئے ارتفاقِ اوّل میں تمدنی ترقی کی پہلی منزل متعین فرمائی، جس میں لسانیات یعنی زبان و ادب کی تخلیق، غذائی ضروریات کا انتظام، امورِ خانہ داری، رہائش کا انتظام، متوازن لباس، منکوحہ کا تعین، آلات و ایجادات، خرید و فروخت، نظم و نسق کے بنیادی قوانین کو اجتماع کے لیے ضروری قرار دیا۔ ارتفاق ثانی شہری سطح پر حکمت معاشیہ (دولت و وسائل کی پیدائش اور تقسیم)، حکمت اکتسابیہ (پیشوں کی تشکیل و تخصیص)، حکمت منزلیہ (خاندانی و عائلی نظام، نکاح و طلاق اور وراثت) حکمت تعاملیہ (وسائل دولت کا تبادلہ اور صرف کے امور، خرید و فروخت کے اصول اور کرنسی وغیرہ) حکمت تعاونیہ (مشترکہ امور، نظام صحت، ٹرانسپورٹ، پولیس، وغیرہ) کو واضح کیا۔ ارتفاقِ ثالث میں حکومت کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے قومی ریاست کے اداروں کی تشکیل کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کی۔ عدالت کا نظام، مملکت کے داخلہ اور خارجہ کے ذیلی محکمہ جات، نظم و نسق کے لیے انتظامیہ، دفاع، تعلیم و تدریس اور تربیتی اداروں کے قیام، سربراہِ مملکت پر بحث کرتے ہوئے قوم کے عقلا پر مشتمل ایک پارلیمنٹ کا تصور اور بہ طور راہ نما ''امام الحق'' کا تصور دیا۔ اسی ارتفاق میں یہ وضاحت بھی کی گئی کہ اگر مملکت کا قومی نظام عدل و انصاف پر قائم نہ رہے تو بوسیدہ نظام کو توڑ کر عادلانہ نظام کا قیام'' فک کل نظام'' کے انقلابی طریقے سے ممکن ہے۔

شاہ صاحب ارتفاق رابع میں ریاستوں اور ممالک کا آپس میں نظام معاہدات، عالمی تجارت اور بنیادی انسانی حقوق کو زیر بحث لاتے ہیں۔ آج کے دور میں انھیں بین الاقوامی نظامہائے مملکت کہا جاتا ہے۔ آپ کے نزدیک تمام مذاہب کی اصل اخلاقِ اربعہ ہیں،

جن میں پہلا خلق طہارت ہے۔ کسی بھی مذہب، عقیدہ اور ملت سے تعلق رکھنے والا شخص ظاہری طہارت و نظافت اور باطنی پاکیزگی کو مقدم رکھتا ہے۔ دوسرا خلق اخبات ہے کہ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی ذات کو اعلیٰ و ارفع تصور کرتا ہے، جسے ''خدا کا تصور'' کہا جاتا ہے۔ تیسرا خلق سماحت یعنی انسان کی تہذیب نفس، عزت و عصمت اور انانیت کی تربیت ضروری ہے۔ چوتھا خلق عدالت ہے کہ انسان ہر معاملے میں عدل و انصاف کو فطرتاً پسند کرتا ہے اور ظلم و جبر سے نفرت کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں اخلاقِ اربعہ اعلیٰ ترین معیار پر قائم ہیں۔ جتنا کسی قومی نظام، مذہب وملت میں اخلاقِ اربعہ کا معیار بلند ہوگا، اتنا ہی اس خطے میں انسانیت ترقی و کمال حاصل کرے گی۔

نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے ''علما انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں''۔ اس حوالے سے جو کردار ہر دور میں کسی نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کی راہ نمائی کے حوالے سے کیا ہے، علما کا فرض ہے کہ وہ اس کردار کو ادا کریں۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد چوں کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، مگر انبیا علیہم السلام کے بعد جاری رہنے والے دو علوم ہیں ۱۔ علم احکام ۲۔ علم اسرار دین۔ علم احکام سے مراد انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے بنیادی قوانین (شریعت) کا علم ہے، جب کہ علم اسرار دین سے مراد احکامات کی حکمتیں اور ان کا مربوط فلسفہ ہے۔

شاہ صاحب مذہبی طبقات میں ذہنی انتشار کا جائزہ لیتے ہیں۔ جاہل صوفیا کے گمراہ کن کردار پر تنقید کرتے ہیں اور فقہی مختلف فیہ مسائل میں تطبیق دیتے ہیں اور علم شریعت سے انحراف پر تاکید کرتے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ علم تطبیق الآرا کے اصولوں پر شریعت محمدیہؐ کے امورِ واقعی کا تعین کرتے ہوئے **الجادہ القویمہ من الشریعۃ المحمدیہ** (محمدی شریعت کی مضبوط شاہراہ فکر و عمل) کا تعین کرتے ہیں اور علم اسرار دین کی اساس پر فلسفہ مرتب فرماتے ہیں۔ شریعت کی درست شاہراہ فکر و عمل کے حوالے سے قرآنِ حکیم کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہیں اور فتح الرحمٰن کے نام سے فارسی میں معنی خیز مختصر حواشی لکھتے ہیں۔ اپنی مشہور تصنیف الفوز الکبیر میں قرآنِ حکیم کے پانچ بنیادی علوم پر بحث کرتے ہیں، جن میں

**علم الاحکام** (انسانی اجتماع کے احکام کا علم)، **علم المخاصمہ** (وہ قرآنی علوم جن کے ذریعے مشرکین، یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین پر حجت تمام کی ہے)، **علم التذکیر بآلاء اللہ** (قرآنِ حکیم میں نعمتوں کا ذکر، جو تمام لوگوں کے لیے یکساں طور پر نفع رساں ہیں اور جن سے خدا تعالیٰ کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے)، **علم التذکیر بایام اللہ** (قرآنِ حکیم مختلف قوموں کے عروج و زوال اور ان کی تباہی و بربادی کا ذکر کرتا ہے) اور **علم التذکیر بالموت و مابعد الموت** (وہ علم جو موت اور موت کے بعد والی زندگی کے حالات کو واضح کرے) نیز فتح الخبیر میں قرآنِ حکیم کے مشکل الفاظ کے معانی کی شاہ صاحب نے وضاحت فرمائی۔

**الجادۃ القویمہ** کے دوسرے درجے میں علم الحدیث میں جو تصانیف کیں ان میں شہرہ آفاق کتاب **حجۃ اللہ البالغہ** دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد میں سات مبحث قائم کیے گئے، جن میں انسانی افعال و اعمال کا جواب، موت سے پہلے اور بعد کی زندگی، انسان کی تمدنی زندگی کے مدارج، سعادت انسانی، بر و اثم کی بحث، سیاست ملیہ وغیرہ ہیں۔ جلد دوم میں ان اصولوں پر جو جلد اوّل میں بیان کیے گئے، ان سے متعلق ذخیرہ حدیث نبویؐ کی تشریح کی گئی ہے۔

**الجادۃ القویمہ** کا تیسرا منہج اکابر صحابہ کرامؓ کی تاریخ کی تفہیم ہے، جس پر شاہ صاحب نے **ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء** تصنیف فرمائی۔ اس تصنیف میں خلافت راشدہ، اسلامی فکر کے ارتقا اور اس کے سیاسی تصورات کو موضوع بحث بنایا گیا۔ علم تصوف میں بہت سی مشہور کتب جن میں انفاس العارفین، الطاف القدس، ہمعات، سطعات وغیرہ اور سفر حجاز پر **فیوض الحرمین** لکھی۔ مجموعی طور پر شاہ صاحب نے 45 کے قریب کتب مدون فرمائیں، جن سے آپ کی ملی خدمات اور اُمت اسلامیہ کی راہ نمائی کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

## قومی خدمات

امام شاہ ولی اللہؒ کا عہد سیاسی بد انتظامی، معاشی عدمِ استحکام اور معاشرتی انتشار کا دور

تھا۔ آپ نے دورِحاضر کے حالات کا درست تجزیہ کر کے صائب رائے اور واضح حکمت عملی مرتب فرمائی۔ یورپین انقلابات کا جائزہ لیا جائے تو وہاں کے جمہور کی طویل جدوجہد کے نتیجے میں فرماں روا بادشاہت اس بات کی قائل ہوگئی کہ نظام اقتدار اور امور سیاست و معیشت عوامی اداروں کے ذریعے چلاکر مستقبل میں کامیابی اور ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یورپ کی بادشاہت اور رائل فیمیلیز کی بقا صرف علامتی کردار میں ہی مضمر نظر آئی۔ جب کہ یورپ کے جمہوری انقلاب سے قبل امام صاحب نے 'فک کل نظام ' کی حکمت عملی کو روبۂ عمل لانے کے لیے حکمران طبقہ کو توجہ دِلائی۔ پہلے مرحلے میں کوشش کی کہ کسی طرح سے دہلی کی مرکزی حکومت کا اقتدار جو کہ بیرونی سازشوں کے نتیجے میں اندرونی خلفشار کا شکار ہوچکا تھا اسے مستحکم کیا جائے۔ دوسرے مرحلے میں سیاسی اصلاحات کر کے عقلائے قوم پر مشتمل پارلیمنٹ اور لیڈر آف دی ہاؤس کے لیے 'امام الحق' کا نظام متعارف کروایا جائے۔ دہلی کے اقتدار کے استحکام کے حوالے سے جو حکمت عملی شاہ ولی اللہ نے اپنائی اسے ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1۔ حالات کا درست تجزیہ کرتے ہوئے دہلی کے حکمرانوں کو اپنے خطوط کے ذریعے سے متوجہ کرنا۔

2۔ ہندوستان کی اندرونی قوتوں کے صالح عناصر جیسے نواب نجیب الدولہ، سید احمد شہیدؒ، روہیلہ سرداروں اور احمد شاہ ابدالی کے ذریعے سے جاٹوں اور مرہٹوں کی شورش کو فرو کرنا۔

3۔ سیاسی نظام کی تبدیلی اور اسے اگلے دور تک لے جانے کے لیے باقاعدہ سیاسی و شعوری جماعت کا قیام۔

پہلے حصے میں امام صاحب اپنے سیاسی خطوط میں مصاحبین سلطنت اور وزرا کو مخاطب کر کے خزانہ کے محاصل و مصارف پر بات کرتے ہیں اور امرا کو آگے بڑھنے کی راہ نمائی دیتے ہیں۔ دوسرے حصے میں نجیب الدولہ، سید احمد شہیدؒ اور مجد الدولہ سے بذریعہ مکتوبات

روابط پیدا کر کے جاٹوں اور مرہٹوں کی طاقت کو ختم کراتے ہیں۔ پانی پت کا میدان کارزار شاہ صاحب کا مرہون منت تھا کہ جس میں احمد شاہ ابدالی نے نومبر/ 1760ء میں مرہٹوں کو شکست دی۔ اگر سلطنت مغلیہ میں جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اُٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان میں کچھ صدیوں کے لیے قائم کرسکتی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند ہوچکی تھی۔

شاہ صاحب کی جماعت سازی کے حوالے سے جدوجہد پر امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک'' میں رقمطراز ہیں کہ حکیم الہند نے اپنے پروگرام کی تدوین کے لیے رفقا کی مرکزی جماعت تیار کی، جس میں صوفیا، علمائے کرام اور سردارانِ سلطنت تھے، جن میں مولانا محمد عاشق پھلتی، مولانا نوراللہ بڈھانوی اور مولانا محمد امین کشمیری نمایاں ہیں۔ تحریک کے مراکز میں مدرسہ رحیمیہ دہلی، مدرسہ نجیب آباد اور رائے بریلی میں دائرہ شاہ علم اللہ ہیں۔

## عہد حاضر کی ضرورت

آج کے دور میں حقیقی معاشی و سیاسی تبدیلی کے لیے جو راہ نما اصول امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مرتب فرمائے ہیں وہ یورپین افکار سے کہیں ارفع اور جامع ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان افکار و نظریات کو سمجھ کر اس پر ایک شعوری جماعت تشکیل دی جائے، تاکہ تبدیلی نظام کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکے۔

**مأخذ:** اس آرٹیکل کے لیے ''خطبات معیشت از مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ عمرانیات و معاشیات از بشیر احمد بی اے اور شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات از خلیق احمد نظامی'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆